

منبط و ترتیب : اداره الحق

قسط ۲

حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی

دارالعلوم حقانہ میں کی گئی تقریر

نئے حالات

نئے تقاضے

علماء کی ذمہ داریاں

مسلمان کی تعریف

ثم جعلناك على شريعة من الارفا تتبعها ولا تتبع اهلواء الذين لا يعلمون۔ اگر
پلوچھے شریعت پر کیسے چلوں، امریکہ فرانس روس تو اور کچھ کہتا ہے۔ تو فرمایا ایسے لوگوں کی خواہشات کی
پیروی مت کرو۔ امریکہ جاہل ہے، روس جاہل ہے، فرانس جاہل ہے۔ اور مقنن کیلئے علم تام کی ضرورت
ہے۔ قدرت تام کی ضرورت ہے، حکمت تام کی ضرورت ہے، لا جانبداریت تام ضروری ہے، وہ
بے پرواہ ہونا چاہئے۔ سارے مادی رشتوں اور رابطوں سے تو یہ سب چیزیں صرف خدا میں پائی جاتی ہیں
یا انسان میں۔ انسان تو اپنے ملک علاقہ قوم نسل وطن کے مفاد کو دیکھ کر دوسرے انسانوں کو نقصان دے گا۔
یورپی ہو تو ایشیائی کو پنجابی ہو تو سندھی کو غرض اپنے نسل وطن قوم کا مفاد ڈھونڈے گا۔ اور خدا کا نہ تو وطن
ہے نہ قوم ہے، نہ عزیز و خویش ہیں۔ سب انسان اس کے بندے اور غلام ہیں۔

ان کلم من فی السموات والارض الا اذی الرحمن عبدا۔ جو بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہے
بندہ اور غلام ہی بن کر اس کے سامنے پیش ہوگا۔ واللہ ملک السموات والارض۔ آسمانوں اور
زمینوں کی سلطنت اسی کی ہے۔ تمام اوطان و قوام سے ایک رشتہ ہے کہ وہ مالک باقی سب مملوک۔
اور اس بات میں سب برابر ہیں۔ الغرض وہی ذات سرچشمہ قانون بن سکتی ہے۔ وہی جو قانون بنائے گا،
برابر اور مبنی بر انصاف ہو، کہتا ہے۔

مسلمان کی تعریف | تو ہمارے بعض قوانین، تعزیری ہیں۔ بعض تمدنی ہیں۔ بعض بنیادی قوانین
ہیں، جیسے ایمان اور اسلام، مگر ہمیں یورپ کی غلط تعلیم نے یہاں تک پہنچا دیا کہ بنیادی قوانین تک ہی شک
اضطراب ہونے لگا ہے۔ بنیادی قوانین میں سے ایمان ہے اور قاعدہ بغدادی کے مطابق ہمارے دین کا

الف ایمان ہے۔

— اور ہمارے منتخب ممبر اسمبلی میں کہتے ہیں کہ ایمان کی تعریف نہیں ہو سکتی اور تعریف نہیں ہو سکتی تو جو اپنے کو مؤمن کہتے ہیں۔ وہ مومن کیسے ہیں؟ میں نے مولانا عبدالحق صاحب کی تعریف جو اسمبلی میں انہوں نے پیش کی ہے، پڑھی ہے، وہ بالکل صحیح ہے، میں اسے کچھ مزید منظم بنانا اور اس کے اجزاء کو آیت سے ثابت کرنا چاہتا ہوں۔

در اصل ہمارا مقابلہ محدود سے ہوتا ہے جو عربی کتابوں کے حوالے نہیں جانتے، طلبہ مدارس عربیہ کو ان چیزوں کے نئے تیار ہونا چاہئے۔ ہم تو بوڑھے ہو چکے ہیں۔ مولانا دامت برکاتہم نے کچھ ہمت کی، لیکن بہر حال ہم تو ان سے بوڑھے ہیں۔ آگے آنے والی نسلوں کے لئے نوجوان طلبہ کو مستعد ہونا چاہئے۔ اور جہاد کا معنی یہ ہے کہ جس عصر اور زمانہ میں ہوں، اُس زمانہ کی بے دینی سے بے دینوں سے لڑنا۔ تو اسلحہ کے بغیر تو لڑنا مشکل ہے۔ اور جہاد کی تیاری تو اسلام نے فرض قرار دی ہے۔ ہمارے پاس دل میں ذہن میں، کتابوں میں سب کچھ ہے۔ لیکن زمانے کے مطابق اسکی تعبیر و ترجمانی کی ضرورت ہے۔ سیرت نبوی پر مستشرقین اعتراضات کرتے ہیں، تعدد از دواج پر مقالے، سود پر مقالے کہ اسکی حرمت کی حکمت کیا ہے۔ معاشی مسائل کیا ہیں۔ آئینی مسائل کا حل اسلام کی روشنی میں کیسے ہوگا۔ مخالفین کو قائلین بنانا اور انکے شبہات کا جواب دینا وقت کا تقاضا ہے۔

بعض اسلام کی حدود اور تعزیرات پر معترض ہیں، جیسے دروں یا نازیباؤں کی سزا یا قطع ید و رمل کی سزا، یہ دور محاصرہ کے ضروری مسائل ہیں۔ بعض کو عالم آخرت سے انکار ہے۔ عذاب قبر اور اس کا فلسفہ شبہات کی زد میں ہے۔ لوگوں کے ذہن الٹ گئے ہیں۔ ایسا نہ ہو جو ایک عالم کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے عذاب قبر پر تقریر کی کہ مردوں کو سانپ بچھو ڈالیں گے گرزوں سے مارا جائے گا۔ لوگ چیخ اٹھے ایک صاحب نے کہا میں ابھی جا کر حقیقت معلوم کر کے آتا ہوں۔ تو کسی نئے مردہ کی قبر پر راست کو جنگل میں جا بیٹھے پاس ہی سڑک گزر رہی تھی اس زمانہ میں تحصیلدار اور اس طرح کے انسر گھوڑی پر سفر کیا کرتے تھے۔ گھوڑی نے راستہ میں بچہ دیدیا۔ اب یہ حیران کہ بچہ کہاں سے جاؤں۔ ادھر ادھر بھرتا رہا کہ ادھر یہ بیٹھنے والا شخص کھانسنے لگا۔ دیکھا کہ آدمی ہے اور سمجھا کہ کفن کش ہے کہ قبرستان میں چھپ کر بیٹھا ہے تحصیلدار نے زور سے ایک کوڑا لگایا۔ اس نے عذر کیا کہ میں کفن کش نہیں ہوں۔ کہا اچھا، جو بھی ہو، اب اس گھوڑی کے بچہ کو اٹھا کر میرے ساتھ چلو۔ تو بچہ اٹھا کر تحصیلدار کے گھر پہنچا دیا۔ دوسرے ہفتہ مولوی صاحب نے پھر دو عظیم عذاب قبر کا ذکر شروع کیا۔ تو اس نے کھڑکی سے کہا کہ مولوی صاحب، عذاب قبر اتنا نہیں، صرف

ایک کوڑا لگتا ہے۔ اور گھوڑی کا بچہ اٹھانا پڑتا ہے۔

— تو علماء کا فرض ہے کہ ضروریاتِ دین کو سمجھا سکیں، آئینی امور پر بہاری کمیٹی نے لاہور میں میٹنگ کی تو میں نے بھی مفتی محمود صاحب کو کچھ پیزیز نوٹ کر ڈالی تھیں۔ ۱۹۵۳ء کی دستوری سفارشات کے سلسلہ میں کسی نے ایمان و اسلام کی تعریف کی ہمارے ایک بڑے مولوی صاحب نے جو مشاہیر میں سے تھے ایک کتاب سے عربی کی لمبی چوڑی عبارت نقل کر کے لے آئے حالانکہ ہمارا مقابلہ ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو عربی کتابوں کے حوالے نہیں مانتے، متکلمین کا خطاب تو مسلمانوں سے تھا ہمارے سامنے تو ملحد ہوتے ہیں اس لئے میں نے عرض کیا کہ مولانا عبدالحق صاحب کی تعریف بالکل صحیح ہے۔ اب میں اسے کچھ منظم کرتا ہوں۔ ایمان کے سلسلہ میں علم کلام کے دو مسلم مشاہیر امام حجت الاسلام غزالیؒ اور امام فخر الدین رازمیؒ کے خیالات تقریباً ایک ہی ہیں۔

یومنون بالغیب کے تحت ان حضرات نے لکھا ہے کہ :

هو التصدیق بجمیع ما علم به محمّد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالصّروۃ اجمالاً و تفصیلاً فی ما علم تفصیلاً۔

مثلاً علم، قدرت، سمع، بصر اللہ کی صفات ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح ارشاد فرمائے کہ اللہ کا متصف ہونا قطعی ہے۔ اجمال کے درجہ میں ہے۔ اور باقی صفات کا عین یا لاعین ہونا یا غیر ہونا اس کی تفصیلات ہیں۔ اب ترجمہ یہ ہوا کہ ایمان تصدیق کا نام ہے۔ مگر یاد رکھو کہ تصدیق دو قسم ہوتا ہوتا ہے۔ یہاں منطقی تصدیق مراد نہیں جس کا معنی کسی چیز کا ”جاننا“ ہے۔ وہ تو اضطراری پر بھی صادق آتی ہے۔ اور جو تصدیق میں معتبر ہے۔ وہ اختیاری ہے۔ اس کا معنی ہے جاننے کے بعد ماننا۔ صرفت، جاننا ایمان نہیں، ماننا ضروری ہے۔ محمد رسول اللہ — ایک خبر ہے اس کا ایک جاننا ہے ایک ماننا۔ قرآن نے یہود کے بارہ میں کہا : یعرفونہ کما یعرفون انباءہم۔ یہ لوگ حضورؐ کو اپنے بچوں سے بھی زیادہ جانتے ہیں۔ پھر وہ کافر تھے۔ کیونکہ جاننے کے باوجود مانتے نہ تھے۔ پھر تصدیق کے متعلقات (یعنی جن کا ماننا ضروری ہے) ضروریاتِ دین ہیں جن سے مراد دین اسلام کی وہ باتیں ہیں جو حضور اقدسؐ نے بیان کیں اور اس کا ثبوت بالکل واضح اور بدیع ہو۔ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جو واضح و قطعی نہ ہوں بدیع نہ ہوں وہ ضروریاتِ دین نہیں۔ اور ضروریاتِ دین میں یہ بھی ہے کہ ما یعرفونہما العامة۔ جسے عام لوگ جان سکتے ہیں۔ اور عوام سے ہی بعض لوگ سارے ناخواندے مراد لے لیتے ہیں جو غلط ہے ہمارے مولوی محمد شریف کشمیری سندھ © rasailojaraid.com سے لے کر کسی نے پوچھا کہ تمہارا پیغمبر کون ہے؟

انہوں نے کہا حضرت علیؑ تو ایسے عوام مراد نہیں بلکہ اقلیاء اور ہیں۔ اور اسکی تصریح حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ نے اکناف المؤمنین میں کی ہے۔ لہٰذا علم یرضع راسہ الی احکام الاسلام۔ اگر وہ اس راہ کو چھوڑتا ہے تو مخالفت اسی سے معلوم ہوگی کہ وہ۔ و ینتج غیر سبیل المؤمنین۔ کا مصداق ہے۔ مثلاً ختم نبوت کے مدعی کے ساتھ صحابہ کرامؓ نے جہاد کیا۔ وہ اگر تاویلات کرتا ہے۔ تو سبیل المؤمنین کے خلاف ہوا۔ جبکہ صحابہ سب اقلیاء تھے۔

مزید یہ سمجھیں کہ ہر چیز کے تین وجود ہوتے ہیں۔ ذہنی یا علمی، قولی یا تحریری و تقریری۔ اور وجود خارجی۔ اصل تحقق وجود خارجی کا ہے جو آخر میں ہوتا ہے۔ اس تہید سے بے حد شبہات اور مشکلات حل ہو جاتے ہیں۔ ایک انجینئر کسی بلڈنگ کا نقشہ پہلے ذہن میں بناتا ہے۔ پھر اسے کاغذ کی سطح پر منتقل کرتا ہے۔ جو قولی یا تحریری وجود ہے۔ پھر مادی اشیاء سے خارج میں ایک مکمل ڈھانچہ کھڑا کر دیتا ہے۔ تو ان تینوں وجودوں میں مطابقت بے حد ضروری ہوتی ہے۔ ورنہ تینوں وجود متضاد ہو کر غلط ہو جائیں گے۔ مثلاً تحریری تشریح وجود خارجی کے خلاف ہوتی تو دونوں غلط ہو جائیں گی۔ اگر وجود خارجی قولی وجود کے مطابق نہ ہوگا۔ تو بگڑ جائے گا۔ تو متکلمین کہتے ہیں کہ کل ضروریات دین پر اختیاری تصدیق ضروری ہے۔ یہ ایک موجبہ کلیہ ہوا کسی ایک سے بھی انکار کفر ہوگا۔ اور موجبہ کلیہ کا نقیض سائبہ جزئیہ ہوتا ہے کہ اگر ایک فرد بھی نہ مانے تو کفر ہوگا۔ تو جتنے اجزاء متکلمین کے اقوال ہوئے قرآن اسکی تشریح کرتا ہے مگر قرآن کہتا ہے۔ ومن سمیٰ کھ بما انزل اللہ فادلک

ہم الکافرون۔ تو ما انزل اللہ سب ضروریات دین میں اس میں حرمت شراب۔ ختم نبوت سب سئلے آجاتے ہیں۔ بڑا بازی بستی وغیرہ کی حرمت بھی ہے۔ عبادات کا حکم بھی ہے۔

اب اگر ما انزل اللہ کے مفہوم میں اختلاف آجائے، معنی ایک ہے مگر دوسرا کہے کہ نہیں یہ معنی ہے۔ تو وہ منزل الہی کا نقشہ بدلتا ہے۔ انجینئر کے تحریری نقشے کی شکل تبدیل کرتا ہے۔ اگر یہ معنی فٹ نہیں ہوتا تو کیسے مانا جاسکتا ہے۔؟ قرآن نے تو اس کی تشریح کر دی تھی :

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبیین لہ الحدی۔ اور یقین کی مخالفت تو ضروریات دین کی مخالفت ہے۔ اور غیر یقین ضروریات دین میں سے نہیں۔ آگے فرمایا : و ینتج غیر سبیل المؤمنین۔ مؤمنین کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے۔ یہ بھی ایک معیار ہے کہ صحابہ کرامؓ فراموشی است میں بررۃ اقلیاء ہیں۔ ان کے ہاں کے متعارف معانی چھوڑتا ہے۔ تو یہ رسول کی مخالفت اور شقاق کا معیار ہوگا۔ تو دیکھنا چاہیے کہ کیا نعوذ باللہ صحابہ کرامؓ میں بھی ختم نبوت کا کوئی منکر تھا۔ شراب اور بڑا بازی کسی نے حلال ٹھہرائے، کسی نے زنا درست سمجھا۔؟ اگر نہیں اور پھر بھی حرام جان کر کرے گا۔ تو فسق ہوگا۔ اور اگر اسے حلال سمجھے گا تو کفر

ہے۔ جس کے لئے میں کیا کوئی ادنیٰ مسلمان بھی تیار نہیں۔ فقط والسلام۔

جواب پہنچا تو دوسرا خط بھیجا کہ میں اتنا چاہتا ہوں کہ قرآن و سنت میں ایسی کوئی دلیل ہے کہ ذکر کی کوئی شہادت مسلمان کے خلاف معتبر نہ ہو، میں نے جواب میں اور آیات کے ساتھ یہ آیت بھی لکھی کہ **وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا**۔ نیز فقہی حکم: **وَلَا تَقْبَلُوا شَهَادَةَ الْكَافِرِ عَلَى الْمُؤْمِنِ** کی تفصیل بھی لکھی۔ انہوں نے پھر لکھا کہ نقلی دلائل تو معلوم ہوئے۔ اگر عقلی دلائل بھی بطور استفادہ معلوم ہو جائیں تو مزید تشفی ہو سکے گی۔ میں نے جواب میں لکھا کہ اسلامی نقطہ نظر سے گواہی ایک عہدہ ہے شہادت کی اہلیت کا عہدہ، اور ہر عہدہ اور ہر عہدہ کے لئے ایک ڈگری کی ضرورت ہے۔ تو اس کے لئے بھی اسلام نے اولین شرط مومن ہونا لگائی ہے۔ اور یہ کہ شہادت کیسے ایک حکومتی عہدہ ہے۔ میں نے لکھا ہے کہ حکومت نفع و ضرر کے اختیار کو کہتے ہیں۔ اور شہادت سے چاہے تو مدعی کو ۲ ہزار روپے نفع اور مدعی علیہ کو ۲۰ ہزار نقصان پہنچا دیا جاتا ہے۔ کسی کو شہادت سے پھانسی دیدی جاتی ہے۔ کیا اتنے بڑے ضرر اور نفع کا اختیار حکومت کا شیعہ نہیں؟

پھر انہوں نے پوچھا کہ تسلی تو ہو گئی مگر یہ دلیل کسی کتاب میں بھی ہے۔؟ میں نے لکھا کہ یہ توفیق کی بنیادی کتاب ہدایہ میں بھی ہے کہ **لَا تَشْهَدُ مَنْ بَابِ الْوَلَايَةِ**۔ یعنی اس لئے کہ گواہی حکومت کے باب میں سے ہے۔ اگر کوئی قانون دان ہدایہ بھی نہ سمجھے تو میں کیا کروں — تو ایمان شرط ہے۔ اور یہ تو اسلام کے دستور کی اساسی باتیں ہیں۔ **اِنَّ الْحُكْمَ لِلَّهِ (تَوْحِيدٌ فِي الْحَاكِمِيَّةِ)**

الغرض پاکستان سے قلات وغیرہ کا الحاق ہوا تو وہی قانون نافذ کرنے کی کوشش کی گئی جو انگریزوں سے ترکہ میں ملا تھا۔ اور موجودہ انگریزی نظام عدالت جو اس ملک میں جاری ہے۔ یہ انگریزی کمپنی نے شاہ عالم بادشاہ کو اجارہ پر دیا تھا کہ سال میں اتنے دن ہمارا اور باقی آپ کا۔ اور اجارہ میں یہ شرط کہ قانون بھی ہم بنائیں گے۔ ضابطہ دیوانی ضابطہ نو جداری، تعزیرات ہند، بنانے والے بھی انگریز تھے، انہوں نے قانون ایسا پیچیدہ بنایا کہ مقدمہ جتنا لمبا اور طویل ہوگا ہمارا فائدہ ہوگا۔ اب ہم نے اس یعنی قانون کی دم پکڑ رکھی ہے۔ اس لئے کہ ملا سے بیر ہے۔ بالفاظ دیگر مولیٰ سے دشمنی ہے۔ حالانکہ قانون ایسا بنایا گیا کہ انصاف کا حصول ناممکن

باقی صفحہ پر

لے اس سے معلوم ہوا کہ کسی اسلامی مملکت کی امارت و حکومت بڑی ولایت عامہ ہے، کیلئے مسلمان ہونا کتنا لازمی شرط ہے۔ اس طرح دیگر کلیدی مناصب کیلئے بھی جو مسلمانوں کو نفع و ضرر پہنچانے کے کلیدی دروازے ہیں۔ آج اتنی بدیہی بات منوانے کے لئے بھی مسلمانوں کی سلطنت میں علماء کو کتنی جدوجہد کرنی پڑ رہی ہے۔